APPARATUS

داستان رانی کیتکی

اور

کنور اودے بھان کی

داخل نصاب علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

تصنیف

سید انشاء اللہ خاں انشاء

مع

دیباچہ، پیش لفظ، تجزیہ و تبصرہ

مختصر حالات زندگی وغیرہ

از

بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق

ایجوکیشنل بک ہاؤس

سول لائن - حامد علی بلڈنگ (یونیورسٹی ایریا)

علی گڑھ (یوپی)

جملہ حقوق محفوظ

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے
عہ

(مطبوعہ الجمعیۃ پریس دہلی)

دیباچہ

از

بابائے اُردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق

سید انشاء بلا کے ذہین اور طباع تھے، اگر درباری صحبت اور ناروا شوخی اور ظرافت انھیں بے راہ نہ کر دیتی تو وہ اپنا جواب نہ رکھتے۔ انھوں نے اپنی ذہانت اور جودت کو بری طرح خراب کیا، اس پر بھی ان کے کلام میں جو جدّت، شگفتگی پائی جاتی ہے وہ کہیں اور نہیں ملتی۔ اُردو زبان پر انھیں بڑی قدرت حاصل تھی۔ بلکہ اس کے پورے نبض شناس اور صحیح سمجھنے اور استعمال کرنے والے تھے۔ ایک اُردو کیا ہندوستان کی کئی زبانوں میں مہارت رکھتے تھے۔ آزاد نے خوب کہا ہے کہ ہندوستان کی زبانیں اُنکے

گھر کی لونڈی ہیں۔ دریائے لطافت کہ اس میں بھی انھوں نے شوخی کو ہاتھ سے نہیں دیا، اس کی شاہد ہے۔

یہ کہانی بھی ان کی جدت طبع کا نتیجہ ہے۔ اس میں یہ التزام کیا ہے کہ فارسی عربی کا ایک لفظ بھی نہ آنے پائے جو دعویٰ انھوں نے کیا وہ پورا کر دکھایا۔ عربی فارسی کا ایک لفظ تک نہ آیا اور پھر لطف یہ کہ آجکل سی ایسی ہندی نہیں کہ نہ لکھنے والا سمجھے نہ پڑھنے والا۔ اُردو والا بھی سمجھتا ہے اور ہندی والا بھی۔ زبان اور بیان دونوں صاف ہیں۔ اس کا نام ہندوستانی ہے۔ یہ بھی ہوشیاری کی ہے کہ قصہ ہندوانی رکھا ہے جس میں بہت سے ہندی لفظ بے تکلف کھپ گئے ہیں اور ناگوار نہیں معلوم ہوتے۔ قصّے کہانی میں تو ایسی زبان نبھ جاتی ہے (اگرچہ وہ بھی آسان نہیں)، لیکن ادبی اور علمی مضامین ادا کرنے کی اس میں سکت نہیں۔ ہندوستانی اگر کوئی زبان ہے یا اگر بنی تو اس کی دوڑ یہیں تک رہے گی۔ علم و ادب کے میدان میں اس کا ٹکنا دشوار ہے۔ کہانی میں بعض الفاظ مثلاً کشتیوں اور آتش بازی کے نام ایسے آ گئے ہیں جنھیں ہم بھولے جاتے ہیں اور آئندہ شاید سمجھ میں بھی نہ آئیں۔ علاوہ اس کے ہندی کے

بعض ایسے خوبصورت لفظ بھی نظر آئیں گے جو آجکل اُردو تحریر میں نہیں آتے۔ انھیں زندہ کرنا اور موقع محل پر کام میں لانا ضروری ہے۔ غرض سید انشاء مرحوم کی یہ عجیب یادگار ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ بہت قابلِ داد ہے۔

اس داستان کا ذکر مدت سے سُنتے آتے تھے لیکن ملتی کہیں نہ تھی آخر ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کی پرانی جلدوں میں اس کا پتا لگا مسٹر کلنٹ پرنسپل لامارٹن کالج لکھنؤ کو اس کا ایک نسخہ دستیاب ہوا تھا جسے انھوں نے سوسائٹی کے رسالے میں طبع کرا دیا ۱۸۵۲ء میں ایک حصہ طبع ہوا اور دوسرا حصہ ۱۸۵۵ء میں لیکن بہت غلط چھپی تھی۔ اُردو میں شائع ہونے کے بعد میرے عنایت فرما جناب پنڈت منوہر لال زتشی ایم اے نے از راہِ کرم اس کا ایک نسخہ جو کبھی لکھنؤ میں ناگری حروف میں چھپا تھا عنایت فرمایا اس نسخے سے مقابلہ کر کے اور جہاں تک مجھ سے ممکن ہوا اس کی تصحیح کی اور اب شاید ایک آدھ مقام کے سوا کہیں کوئی لفظ مشتبہ باقی نہیں رہا۔

عبدالحق